تھے، اسی کے ساتھ دیگر عوارض بھی جمع ہو گئے تھے، پریشانی کی حالت میں ہمدرد نرسنگ ہوم میں داخل کئے گئے بڑے بڑے ڈاکٹروں نے ہمدردی وغمگساری سے علاج کیا، آپریشن اگرچہ نازک تھا بلکہ متعدد عوارض اور غیر معمولی ضعف کی وجہ سے انتہائی نازک ہو گیا تھا لیکن کامیاب رہا اور مشکل مرحلے آسان ہوتے گئے یہاں تک کہ تقریباً صحتیاب ہو کر ہسپتال سے آ گئے ہم سب مسرور تھے کہ ایک اعلیٰ درجے کے صاحب خیر اور نیک دل شخص کو دوبارہ زندگی مل گئی، انتقال سے ایک روز قبل بلکہ کہنا چاہیے کہ چند گھنٹے پہلے نیچے دوکان میں ہشاش بشاش بیٹھے ہوئے تھے اور ہر دن سے بہتر تھے کہ شب میں ۲ بجے کے قریب دل کا دورہ پڑا اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، مرحوم آج دنیا میں نہیں ہیں لیکن ان کے اعمالِ خیر ہمیشہ زندہ رہیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے اکلوتے صاحبزادے عزیز حاجی شیخ سلطان احمد صاحب کو توفیقِ صبر و رضا سے نوازے اور اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے، امورِ دینی میں بھی اور امورِ دنیاوی میں بھی۔

دوسرا افسوسناک سانحہ ۶ر مئی کی شام کو محترم حاجی محمد صالح صاحب کی وفات کا پیش آیا، حاجی صاحب کئی سال سے معذور ہو گئے تھے اور صاحب فراش تھے۔ یوں بھی عمر طبعی کی سرحد پار کر چکے تھے لیکن چل رہے تھے اور ان کے صاحبزادے حاجی خواجہ محمد سلیم صاحب دل و جان سے ان کی خدمت کر رہے تھے، اس طویل مدت میں کبھی کبھی حالت نازک بھی ہو جاتی تھی مگر سنبھل جاتے تھے، ۶ر مئی کی صبح کو آخری سانس لینے لگے اور شام کے ۵ بجے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے، حاجی محمد صالح صاحب اپنی گوناگوں اور غیر معمولی خصوصیات کی وجہ سے دہلی والوں میں ممتاز بلکہ لاجواب تھے اور اپنی ذات سے صحیح معنی میں ایک انجمن تھے، اجتماعات اور مجالس کی رونق اور جان۔ سوسائٹی کے ہر طبقے میں مذہب وملت کے امتیاز کے بغیر مقبول تھے اور قدر ومنزلت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، ان کی فرم "حاجی علی جان" نہ صرف دہلی کی بلکہ پورے ملک کی روایتی فرم تھی، ایک زمانے میں اس کا کاروبار نہایت وسیع تھا، اور دہلی اور حجاز دونوں جگہ بڑے پیمانے پر لین دین ہوتا تھا، فرم حاجی علی جان کی امانت ودیانت کا عام شہرہ تھا، اس فرم میں لاکھوں روپے کی امانتیں رہتی تھیں۔ حج کو جانے والے بے جھجک لاکھوں روپے اس فرم میں جمع کراتے تھے اور مکہ معظمہ میں صرف رقعہ دکھا کر رقم لے لیتے تھے، یہ کہنا شاید مبالغہ سے پاک ہے کہ فرم حاجی علی جان مسلمانوں

کے لیے ریزرو بینک سے بھی زیادہ معتبر و مستند تھی، حاجی صاحب مرحوم اس تاریخی فرم کے مالک تھے، قومی اور ملی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، ایک وقت میں بڑے بڑے اہم اجتماعات کوٹھی حاجی علی جان ہی میں ہوا کرتے تھے، حاجی صاحب کے والد محترم حاجی عبد الغفار صاحب جن کی ہم نے بھی بارہا زیارت کی تھی، حکیم محمد اجمل خاں اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے ندیم خاص تھے، امام صاحب جامع مسجد، نواب ابو الحسن خاں، نواب فیض محمد خاں وغیرہ اصحاب کی ایک خاص مجلس تھی اور دہلی کے اکثر مسلم مسائل اسی مجلس کے گرد گھومتے تھے، حاجی محمد صالح صاحب نے بھی اپنے بچپن اور جوانی میں ان اکابر کی مجلس میں شریک ہو کر کسبِ فیض کیا تھا۔

مسلک کے اعتبار سے اہل حدیث سمجھے جاتے تھے لیکن ان کی پاک روح پر مذہبی گروہ بندیوں کی پرچھائیں تک نہیں پڑی تھی، رواداری اور وسیع المشربی کا صاف و شفاف پیکر تھے اور حقیقی معنی میں قومی یکجہتی کی نشانی، راسخ العقیدہ قوم پرور تھے، ۱۹۴۷ء کے ہنگامۂ بربریت میں ماریں بھی کھائیں جان کو خطرے میں بھی ڈالا لیکن اپنے طے شدہ مسلک پر چٹان کی طرح جمے رہے، عین اُس وقت بھی دکان پر جاتے تھے جب نئی سڑک سے گزرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں تھا۔

جب تک چلنے، پھرنے کے لائق رہے عید، بقرعید کے موقع پر ہم لوگوں کو ساتھ لے کر جواہر لال جی، مولانا آزاد اور دوسرے حضرات کے یہاں بڑے اہتمام سے جاتے تھے اور اس طرح دیرینہ روایات تازہ ہو جاتی تھیں، جواہر لال جی سے تو زبردستی معانقہ کیا کرتے تھے، مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب مرحوم کے دور میں مغرب کے بعد سے رات کے ۱۰، ۱۱ بجے تک جمعیۃ علماء ہند کے دفتر میں مجلس گرم رہا کرتی تھی اور اس میں ہر طرح کے مسائل زیر بحث آیا کرتے تھے، حاجی صاحب ہر مسئلے سے پوری دلچسپی لیتے تھے۔

اللہ تعالےٰ ان کے درجات بلند فرمائے، اب ایسے باوضع بزرگ تلاش کرنے سے بھی نہیں ملیں گے۔